نکاح کے متفرق مسائل

نکاح دھوکہ

سوال ۔ زید کی بیوی اس سے فرار ہوکر عمرو کے گھر میں چلی گئی اور عرصہ دو سال تک عمرو کے پاس رہی دو سال کے بعد کچھ خیال آنے پر عمرو نے زید کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ اور قبل از نکاح اس مفرورہ نے یہ ظاہر کیا کہ مجھے میرے خاوند زید نے طلاق دیدی ہے چنانچہ زید سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے طلاق نہیں دی۔ کیا شریعت میں اس کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

جواب ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ یعنی خاوند والیاں تم پر حرام ہیں۔ مگر جن کے تم مالک بن جاؤ، جنگ میں کافروں کی عورتیں پکڑی جائیں تو ان کے خاوند خواہ موجود ہوں وہ اہلِ اسلام کے لئے حلال ہیں۔ کیونکہ ان کے نکاح اپنے خاوندوں سے فسخ ہوجاتے ہیں۔ بغیر لونڈی بننے کے خاوند والی عورت حلال نہیں۔ پس سوال کی صورت میں اگر باوجود علم کے نکاح پڑھا گیا ہے تو سب مجرم ہیں نکاح کرنے والا اس میں شامل ہونے والے زانی اور زانی کی امداد کرنے والے ہیں اس ملک میں حدود اور تعزیر کا اجراء مشکل ہے اس لئے کسی اور ممکن طریق سے تنبیہ کرنی چاہیئے۔ خواہ تاوان کے ذریعہ سے یا قطع تعلق کے ذریعہ سے یا دونوں ذریعوں سے کیونکہ حدیث میں منکر کام بدلنے کا حکم ہے ———— اگر ان کو علم نہیں تھا کہ اس کا خاوند زندہ ہے اور تحقیقات میں بھی کوئی کمی نہیں کی تو وہ معذور ہیں مجرم نہیں لیکن جب پتہ لگا۔ کہ اس کا خاوند حیات ہے تو فوراً جدا ہو جانا چاہیئے۔ سوال کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف اس عورت کے کہنے پر نکاح کرلیا گیا ہے تحقیقات نہیں کی گئی اگر ایسا کیا گیا ہے تو بڑے جرم کا ارتکاب ہوا ہے گویا یہ ایسا ہے جیسے باوجود علم کے نکاح کیا۔

نکاح حاملہ بالزنا

سوال ۔ ایک لڑکی باکرہ بعمر سولہ سال زنا سے حاملہ ہوگئی جب اس کے والدین پر یہ امر ظاہر ہوا۔ تو

تو انہوں نے جلدی سے اس کا کسی دوسری بستی میں نکاح کر کے رخصتی کر دی۔ آیا اس کا نکاح بحالت حمل زنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کیا اس شخص کے ساتھ جائز ہے جس سے زنا کیا تھا۔ اور حمل ٹھہرایا کسی اور شخص کے ساتھ جائز ہے۔

جواب ۔ حالتِ حمل میں نکاح جائز نہیں۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا۔ اس کے قریب گیا تو اس کو حاملہ پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان جدائی کرا دی۔ (ابوداؤد مع عون المعبود جلد ۲ صفحہ ۲۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح نہیں اور چونکہ شریعت میں زانی کا حمل نہ زانی کا وارث ہوتا ہے۔ نہ زانی کے ساتھ اس کی نسبت ملتی ہے۔ اس لئے وہ زانی سے بیگانہ ہوا۔ تو اگر زانی نکاح پڑھنا چاہے اس کا نکاح بھی صحیح نہیں۔ قرآن مجید میں بھی عام ارشاد ہے۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے۔ اس آیت میں مطلق حمل والیوں کی عدت وضع حمل بتائی ہے خواہ مطلقہ ہوں یا ان کے خاوند فوت ہو گئے ہوں اور حمل خواہ حلال ہو یا حرام ہو اور حرام اس کا ہو یا کسی دوسرے کا ہو کیونکہ جو ظاہر میں اس کا ہے شرع میں اس کا نہیں۔ لا يلحق ولا يورث (مشکوٰۃ) یعنی نہ زنا کا بچہ نہ زانی کی طرف نسبت ہوگا۔ نہ زانی کا وارث ہوگا۔ عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

یکم صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ جون ۱۹۳۲ء

حاملہ بالزنا کا نکاح زانی سے

سوال ۔ دو شخص ایک مکان میں رہتے ہیں ایک شخص کا دوسرے کی بیوی سے ناجائز تعلق ہو گیا پھر بیوی والے شخص کو لوگوں نے اس مکان سے علیحدہ کر دیا۔ لیکن عورت کا دل اس زانی کی طرف راغب رہا۔ بعد ازاں زانی نے حسب خیال عورت اس عورت کا خلع کرا لیا جس کے لئے اس کو کہا گیا کہ یا تو ایک حیض کے لئے عورت کو کسی اور جگہ رہنے دو یا تم ایک ماہ کے لئے کہیں چلے جاؤ۔ نہ وہ شخص کہیں باہر گیا نہ ہی عورت کو کہیں باہر چھوڑا بلکہ اسی دن اپنے مکان میں لے آیا جس دن خلع ہوا۔ ایک مکان میں وہ مرد عورت اور مرد کا باپ تقریباً چار ماہ تک رہے بعد ازاں ایک شخص نے ان کا نکاح کر دیا۔ اور کہتا ہے کہ اس نے اس وقت دونوں سے توبہ کرا کر نکاح کیا ہے کیا یہ نکاح جائز ہے؟ عبدالجبار از ملک پور

جواب ۔ یہ نکاح ناجائز ہے کیونکہ زانی و زانیہ میں جدائی نہیں کرائی گئی ویسے توبہ کا کیا فائدہ نیز استبراء

رحم ضروری ہے تاکہ حرام حلال میں تمیز ہو جائے اس نکاح میں اس کا لحاظ بھی نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ نکاح ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک حاملہ بالزنا کا نکاح ایک زانی سے ہو گیا۔ آپ نے ان میں تفریق کرادی۔ (ابوداؤد) اگرچہ یہ حمل دوسرے کا تھا۔ مگر شرعاً زانی کا حمل دوسرے ہی کا ہوتا ہے کیونکہ نہ زانی کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے نہ زانی کا یہ وارث ہوتا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

جائز و ناجائز شروط نکاح کی تفصیل

سوال۔ مندرجہ ذیل شرائط پہ نکاح ہوا تھا۔ مگر ان میں سے ایک بھی شرط پوری نہیں ہوئی۔ کیا یہ نکاح بدستور قائم ہے۔ شرائط حسب ذیل ہیں۔

میں اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ میں گھر جوائی رہوں گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ میں تمام زیور اپنے گھر سے ڈالوں گا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ میری ایک لڑکی ہے۔ جو کہ میری پہلی عورت سے ہے۔ وہ بھی میں محمد بخش کی رائے کے بغیر نہ کروں گا۔ نیز اب اس کو تین سال ہو گئے ہیں وہ جس دن عقد ہوا تھا۔ تین دن بعد وہ یہاں سے محمد بخش کے ساتھ برخلاف ہو کر چلا گیا ہے۔ اور اپنی تمام شرائط توڑ گیا ہے۔ یعنی نہ تو وہ گھر جوائی رہا ہے اور نہ ہی اس نے کوئی زیور ڈالا ہے اور اپنی لڑکی کی رائے بھی محمد بخش سے نہیں لیتا۔ اہالیان موضع برچھ کی تحصیل چونیاں ضلع لاہور

جواب۔ بخاری باب الشروط فی النکاح میں ہے۔ اَحَقُّ مَا وَفَّيْتُمْ مِنَ الشُّرُوطِ اَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ حق دار شرطوں کی جن کو تم پورا کرتے ہو وہ شرطیں ہیں۔ جن کے ساتھ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ نیز بخاری کے اسی باب میں ہے۔ قَالَ عُمَرُ مَقَاطِعُ الْحُقُوقِ عِنْدَ الشُّرُوطِ۔ یعنی حقوق کا فیصلہ شرطوں پر ہے یعنی جیسی شرطیں کی ہیں۔ ویسے ہی فیصلہ ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اس پر لکھتے ہیں۔

"عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ میں عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا میر انگھٹنا ان کے گھٹنے سے لگتا تھا ان کے پاس ایک شخص آیا پس کہا اے امیر المومنینؓ! میں نے اس عورت کو اس شرط پر نکاح کیا ہے کہ اس کو اس کے وطن سے دوسری جگہ نہ لے جاؤں گا۔ اب میرا ارادہ فلاں ملک کو لے جانے کا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کے لئے اس کی شرط ہے اس شخص نے کہا کہ مرد ہلاک ہو گئے کیونکہ کوئی عورت اپنے خاوند سے طلاق نہیں چاہے گی مگر وہ طلاق دی جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ مومن اپنی شرطوں پر ہیں جب ان کے حقوق کے فیصلے ہوں گے۔ تو شرطوں پر ہوں گے۔

ترمذی میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَشَرَطَ اَنْ لَّا یُخْرِجَهَا لَزِمَهُ وَبِهٖ یَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی شرط پر نکاح کرے تو وہ شرط اس پر لازم ہوگی۔ یہی مذہب امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا ہے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص نکاح میں کوئی شرط کرکے اس کا خلاف کرے تو اس کی عورت کو طلاق پڑجاتی ہے اور بخاری کی اوپر کی حدیث کا ظاہر بھی اسی کو چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ سے صاحب فتح الباری نے ایک روایت[1] میں اس کے خلاف بھی نقل کیا ہے لیکن وہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے اس لئے معتبر نہیں اور یہی مذہب عمرو بن عاصؓ صحابی اور طاؤسؒ تابعی اور ابوشعثاؒ تابعی کا ہے اور امام اوزاعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں ان سب کا مذہب فتح الباری میں یہی لکھا ہے کہ شرط لازم ہوگی اور یہی راجح ہے ہاں جن شرائط میں نسل کی بندش ہو یا شرع کے خلاف ہوں ان کا اعتبار نہیں بخاری میں باب الشروط التی لا تحل فی النکاح میں ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا فَاِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔ یعنی کسی عورت کو حلال نہیں کہ اپنی بہن کی طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کا برتن الٹا دے کیونکہ اس کے لئے اس کی قسمت ہے اور منتقیٰ میں ہے۔ وفی لفظ متفق علیہ نَهٰی اَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا (باب الشروط فی النکاح) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی عورت بہن کی طلاق کی شرط کرے یعنی کہ میں اس شرط پر نکاح کرتی ہوں کہ میری بہن کو طلاق دے اور بہن سے مراد اسلامی بہن ہے کیونکہ ابن حبان نے اس حدیث کے آخیر میں یہ لفظ زیادہ کیا ہے فَاِنَّ الْمُسْلِمَةَ اُخْتُ الْمُسْلِمَةِ فتح الباری جزء ۹ صفحہ یعنی مسلمان عورت مسلمان عورت کی بہن ہے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایسی شرط نہ کرے جس میں نسل کی بندش ہو مثلاً کہے کہ اپنی دوسری بیوی کو طلاق دیدے ہاں اگر پہلی عورت فاسق ہو یا اس کی حالت شکی ہو یا کوئی اور وجہ ہو جس سے عورت کو طلاق دی جاتی ہے

---

[1] اس کے الفاظ یہ ہیں۔ عن عبید بن السباق اَنَّ رَجُلًا تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَشَرَطَ لَهَا اَنْ لَّا یُخْرِجَهَا مِنْ دَارِهَا فَارْتَفَعُوْا اِلٰی عُمَرَ فَوَضَعَ الشَّرْطَ قَالَ الْمَرْأَةُ مَعَ زَوْجِهَا (فتح الباری جزء ۹ صفحہ ۱۸۲) یعنی ایک شخص نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اس کو اس کے وطن سے نہیں نکالے گا۔ اس کا جھگڑا حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ حضرت عمرؓ نے شرط کو موقوف کردیا۔ اور فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہے۔

تو اس صورت میں طلاق کی شرط کرنا کوئی حرج نہیں (فتح الباری جز ۱۱ صہ ۱۹۸ و نیل الاوطار جلد ۶ صہ ۵۳) یا میری سوکن کو باری نہ دے یا لونڈی سے ہمبستری نہ کر یا میری حقیقی بہن یا رضاعی بہن جو تیرے نکاح میں ہے اس کو چھوڑ دے۔ اور مجھ سے نکاح کر لے یا مرد شرط کرے کہ میرے مرنے کے بعد تو نے دوسرا نکاح نہیں کرنا ہوگا۔ یہ سب شرطیں خلاف شرع ہیں۔

فتح الباری میں ہے۔

واخرج الطبرانی فی الصغیر باسناد حسن من جابرؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ اُمَّ مُبَشِّرٍ بِنْتَ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالَتْ اِنِّی اشْتَرَطْتُ لِزَوْجِی اَنْ لَّا تَزَوَّجَ بَعْدَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ اَنَّ ھٰذَا لَا یَصْلُحُ (فتح الباری جز ۱۱ صہ ۱۹۸) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام بشر سے نکاح کی خواہش ظاہر کی اس نے کہا کہ میں نے خاوند سے شرط کی ہے کہ اس کے بعد کسی سے نکاح نہ کروں گی فرمایا یہ شرط درست نہیں۔ اسی طرح کوئی اور شرط ہو جیسے مجھے دوسری بیوی سے زیادہ نفقہ دینا ہوگا۔ یا تیرے بعد میری اولاد تیری جانشین ہو یا تیری تیری اولاد جو مجھ سے ہو اس کو خاص طور پر فلاں شئے ہبہ کر دے۔ اس قسم کی شرطیں جائز نہیں اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو عورتیں یہ کر لیتی ہیں کہ ہمارے اوپر دوسرا نکاح نہ کرنا ہوگا۔ اس شرط کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ اس میں نسل کی بندش ہے۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ

سات سالہ لڑکے کا ایجاب وقبول

سوال۔ ایک لڑکی عمر تقریباً دو سال کا نکاح باپ نے ایک لڑکے سے جس کی عمر سات سال کی ہوگی کرا دیا۔ لڑکے کا باپ مجلس نکاح میں موجود تھا۔ مگر اس نے ولایتاً نکاح کا ایجاب وقبول نہیں کیا۔ بلکہ لڑکے نے خود اپنی زبانی قبول کیا۔ اب مجلس برخاست ہو گئی۔ لڑکے والے اپنے گھر چلے گئے اور لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر بدستور رہی شادی وغیرہ اور لین دین کچھ نہیں ہوا کچھ مدت کے بعد اس لڑکے کی شادی اور جگہ ہوئی۔ دوسری بیوی اب اس کے گھر آباد ہے۔ اس پہلے نکاح کو اٹھارہ سال کا عرصہ ہو گیا ہے اب وہ لڑکی جو پہلے نکاح میں آ چکی تھی۔ اس نکاح سے اب بالکل انکاری ہے اور بار بار کہتی ہے کہ وہ نکاح مجھ کو بالکل منظور نہیں اور نہ ہی وہ خاوند مجھ کو قبول ہے لڑکی نے اپنا نکاح اور جگہ کرا لیا ہے اور لڑکی کو سسرال روانہ کر دیا ہے آیا یہ نکاح ثانی لڑکی کا درست ہے یا نہیں۔

جواب ۔ اگر واقعی لڑکا نابالغ تھا خواہ سات سال ہو یا کچھ زیادہ تو اس کا ایجاب وقبول معتبر نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ یعنی یتیموں کو آزماؤ۔ یہاں تک کہ نکاح کو پہنچ جائیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نابالغ ایجاب وقبول کی صلاحیت نہیں رکھتا ہاں ولی اس کی طرف سے اہلیت رکھتا ہے مگر صورت سوال میں ولی نے بھی ایجاب وقبول نہیں کیا پس صورتِ سوال میں بلا تردد نکاح ثانی صحیح ہے۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

نکاح کے وقت تجدید ایمان کی نیت سے کلمات پڑھانا

سوال ۔ بوقتِ نکاح لڑکے و لڑکی کو کلمہ وغیرہ پڑھاتے ہیں بعض اہلحدیث بھی ایسا کرتے ہیں کہ تجدید ایمان ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب ۔ نکاح کے وقت تجدید ایمان یہ خیر قرون کے خلاف ہے اور ان لوگوں کی رسم ہے جو ساری عمر غافل رہتے ہیں۔ کلمہ نہیں سیکھتے۔ نماز تک نہیں پڑھتے نکاح کے وقت نئے سرے سے مسلمان ہوتے ہیں یہ کیسی بری رسم ہے مومن تو ہر وقت تازہ بتازہ رہتا ہے نمازوں میں توحید کا اقرار ہے۔ ثناء، فاتحہ وغیرہ یہ سب توحید سے پُر ہیں نمازوں کے بعد اور دیگر مواقع پر لا الٰہ الا اللہ کا ورد آیا ہے کیا ایک بری رسم کو تقویت دے کر ہی تجدید ایمان ہوتی ہے یہ تجدید نہیں بلکہ تبلید ہے۔ تجدید خیر القرون کی اتباع میں ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۹ شوال ۱۳۵۱ھ

پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی ایک نکاح میں

سوال ۔ ایک عورت اپنی حقیقی بھتیجی یا بھانجی کا نکاح اپنے خاوند سے کرنا چاہتی ہے یہ جائز ہے یا کہ نہیں؟

جواب ۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا (متفق علیہ) (مشکوٰۃ باب المحرمات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورت اور اس کی پھوپھی کے درمیان جمع نہ کیا جائے اور نہ عورت اور اس کی خالہ کے درمیان جمع کیا جائے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوِ الْعَمَّةُ

عَلٰی بِنْتِ اُخْتِھَا وَ الْمَرْاَۃُ عَلٰی خَالَتِھَا اَوِ الْخَالَۃُ عَلٰی بِنْتِ اُخْتِھَا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ پھوپھی پر بھتیجی نکاح کی جائے یا بھتیجی پر پھوپھی۔ اس طرح منع کیا ہے کہ بھانجی خالہ پر نکاح کی جائے یا خالہ بھانجی پر نکاح کی جائے۔ عبداللہ امرتسری از روپڑ ۱۲ رجب ۳۵۲ھ

شادی کے چڑھاوے کا حکم

سوال۔ زید سفر میں تھا اور اس کی عدم موجودگی میں عابد مرحوم کی زوجہ نے کچھ سامان تو فروخت کر دیا، اور کپڑے وغیرہ اپنے باپ کے یہاں لے گئی اور کچھ معمولی چھوڑ دیا جب زید سفر سے آیا تو اس نے کہا کہ میں نے جس قدر اس کے کپڑے بنائے تھے، سب تداعہ اور ایک چھپا کلی اور تین دو توں چیزیں سونے کی شادی میں عاریۃً دے دیئے تھے۔ عابد مرحوم کو میں نے ہبہ نہیں کئے تھے۔ بلکہ صرف شادی میں چڑھا دیئے تھے۔ دراصل وہ میرے ہیں وہ عابد کے ترکہ میں داخل نہیں وہ مجھ کو ملنے چاہئیں۔ مگر عابد کی زوجہ اور خسر دینے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم نے چڑھا دیئے بس تمہاری ملکیت سے نکل گئے زید کہتا ہے کہ شرعی قاعدہ یہ نہیں ہے کہ اگر باپ اپنے بیٹے کو کچھ عاریتاً دیدے تو بیٹا اس کا مالک ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نکاح سے پہلے عابد مجھ سے الگ تھا، اس کا کھانا پینا بھی جُدا تھا، میرے ساتھ نہ تھا جو کچھ کماتا مجھے کچھ نہ دیتا اور اس کا نکاح بھی میری عدم موجودگی میں ہوا تھا۔ الغرض میں نے اس کو جو کچھ عاریتاً دیا تھا۔ اس کا میں مالک ہوں۔ عابد کی زوجہ اور اس کا والد کہتا ہے کہ وہ چاہتا ہے میری مالیت کو ہضم کرنا چاہتے ہیں، اس کا جواب حدیث سے مدلل دیں۔

جواب۔ جب دوسرے کو دیے کوئی چیز دی جاتی ہے تو اس کے متعلق عاریتاً یا ہبہ ہونے کا کئی طرح سے پتہ چلتا ہے اگر تصریح کر دے تو تصریح کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اگر تصریح نہ کرے تو پھر عام دستور دیکھا جاتا ہے مثلاً گھروں میں استعمال کے لئے ایک دوسرے کے برتن وغیرہ لے لئے جاتے ہیں تو اس موقع پر عاریت کی تصریح نہ کرے تو بھی عاریت ہی سمجھی جاتی ہے۔ نمک اور مرچ دیاسلائی وغیرہ ہبہ سمجھا جاتا ہے شادی کے موقع پر لڑکی کے والدین جو کچھ لڑکی کو دیتے ہیں وہ حسبِ دستور ہبہ ہے اور لڑکی کا مال ہے اور جو کچھ لڑکے والے دیتے ہیں، اس کی ایک حالت نہیں بعض دفعہ وہ بھی لڑکی کا مال سمجھا جاتا ہے بعض دفعہ عاریت سمجھا جاتا ہے۔ کئی لوگ لکھوا لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ لڑکی کا ہوگا۔ عام رواج یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر لڑکی کا خاوند مر جائے تو ہر ایک کو اپنی اپنی شے سپرد کر دی جاتی ہے۔ مگر یہ اس وقت جب اولاد چھوڑ کر نہ مریں۔ اگر اولاد چھوڑ کر مریں تو وہ شے اولاد کی سمجھی جاتی

ہے اور کئی جگہ انگریزی قانون کے مطابق بیوہ ساری جائیداد پر قابض ہو کر بیٹھی رہتی ہے جبکہ خاوند کے نام مکان یا زمین ہو تو اس پر بھی قبضہ کر لیتی ہے اگر نکاح کرلے تو قبضہ ٹوٹ جاتا ہے ورنہ ساری عمر کھاتی رہتی ہے غرض شادی کے وقت جو کچھ چڑھایا جاتا ہے رواج سے اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ اگر لڑکی آباد رہی تو اس سے وہ واپس نہیں لیا جاتا بلکہ کپڑے وغیرہ پھٹ جاتے ہیں اور زیورات گھس کر ٹوٹ جاتے ہیں اگر باقی رہیں تو آگے اولاد کے کام آتے ہیں گر اس کو ہبہ سمجھا جائے تو ظاہر ہے۔ کہ لڑکی اس کی مالک ہے اگر ہبہ نہ سمجھا جائے۔ تو اس کی صورت عمریٰ کی ہے جس کا ذکر مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رض عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعُمْرٰی مِیْرَاثٌ لِاَھْلِھَا (مدواہ مسلم) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عمریٰ اس کے اہل کے لئے وراثت ہے نیز آپ نے فرمایا جو شخص کسی کو اور اس کی اولاد کو عمر بھر کے لئے دیدے وہ اس کی طرف واپس نہیں ہوگی جس نے دی ہے دینے والے کی طرف نہیں آتی کیونکہ اس نے ایک ایسی شے دی ہے جس میں اولاد کا ذکر کرنے سے وراثت جاری ہو گئی ہے۔

منتقیٰ میں جابر رض سے روایت ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْعُمْرٰی اَنْ یَّھَبَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ وَلِعَقِبِہٖ الْھِبَۃَ وَیَسْتَثْنِیْ اِنْ حَدَثَ بِکَ حَدَثٌ وَلِعَقِبِکَ فَھِیَ اِلَیَّ وَاِلٰی عَقِبِیْ اِنَّھَا لِمَنْ اُعْطِیَھَا وَلِعَقِبِہٖ رواہ النسائی (منتقیٰ باب فی العمریٰ والرقبیٰ ص۲۲)

یعنی ایک شخص دوسرے شخص کو اور اس کی اولاد کو عمر بھر کے لئے ہبہ کر دے اور اس میں یہ شرط کرے کہ تیرے اور تیری اولاد کے بعد میری اور میری اولاد کی طرف لوٹ آئے گا تو اس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ یہ اسی کا ہے جسے دیا گیا ایک حدیث میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ کی بابت فیصلہ کیا کہ یہ اسی کا ہے جس کو دیا گیا ہے۔ اس کی حیات میں بھی اور وفات کے بعد بھی اسی کا اور اس کی اولاد کا ہے (احمد و مسلم)

عمریٰ کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ صرف اتنا کہے کہ عمر بھر کے لئے یہ شے میں نے تجھے دیدی ہے دوسری یہ کہ تیرے مرنے کے بعد میری طرف لوٹ آئے گی۔ تیسری یہ کہ عمر بھر کے لئے میں نے تیرے بعد تجھے اور تیری اولاد کو دیدی۔

پہلی صورت میں علماء اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اس کے لئے ہے جس کو دی گئی ہے دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی۔ امام مالک رح اور امام شافعی رح کچھ خلاف ہیں۔ امام شافعی رح کے دو قول ہیں ایک جمہور علماء

کے خلاف ہے دوسرے قول میں کہتے ہیں کہ یہ اسی کی ہے جس کو دی گئی ہے اس کے مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ آئے گی اور امام مالک جمہور کے موافق ہیں، تیسری صورت میں امام مالکؒ کی روایت جمہور کے خلاف آئی ہے کہتے ہیں کہ اس کا حکم وقف کا ہے۔ جب وہ شخص نہ رہا اور نہ اس کی اولاد رہی تو یہ شے اس کی ہے جس نے دی ہے۔ مگر یہ روایت اوپر کی احادیث کے خلاف ہے کیونکہ ان احادیث میں تصریح ہے کہ جو شے عمر بھر کے لئے ایک شخص کو اور اس کی اولاد کو دی جائے۔ تو وہ موت و حیات میں اس کی رہتی ہے دوسری صورت تو اس میں حنفیہ کا یہی مذہب ہے جو جمہور کا پہلی اور تیسری صورت میں ہے یعنی وہ شے اس کی رہے گی جس کو دی گئی اور دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی اور اکثر شافعیہ کے نزدیک بھی یہی ہے دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ لوٹنے کی شرط فاسد ہے کیونکہ معلوم نہیں کہ پہلے کون مرے گا۔ اور ایک دلیل حضرت جابرؓ کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے اپنی ماں کو اس کی حیات تک ایک باغ دیا جب وہ مر گئی تو دینے والے کے بھائی کہنے لگے کہ ہم بھی اس میں برابر کے حصہ دار ہیں اس نے انکار کیا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے گئے۔ آپ نے وراثت کے طریق پر سب بھائیوں میں باغ تقسیم کر دیا۔

اس حدیث میں حیات تک کی شرط کا ذکر ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کی پرواہ نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شرط فاسد ہے اور اس کی تائید نسائی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکی ہے کیونکہ اس میں شرط کی تصریح ہے کہ تیرے اور تیری اولاد کے بعد میری اور میری اولاد کی طرف لوٹ آئے گی۔ مگر باوجود اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ نہ لوٹنے کا کیا ہے لیکن ایک جماعت شافعیہ اور دیگر تمام علماء دوسری صورت کو عاریت کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں جس کو دی گئی ہے اس کے مرنے کے بعد دینے والے کی طرف لوٹ آئے گی۔ دلیل ان کی حضرت جابرؓ کی یہ حدیث ہے جو منتقی میں ہے یعنی جس عمریٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ کہے عمر بھر کے لئے یہ شے تیری اور تیری اولاد کی ہے اگر صرف اتنا کہے کہ یہ شے تیری حیات تک تیرے لئے ہے تو یہ دینے والے کی طرف لوٹ آئے گی۔ نیز اوپر کی احادیث میں فرمایا ہے کہ جو شے عمر بھر کے لئے کسی شخص کو اور اس کی اولاد کو دی جائے وہ دینے والے کی طرف نہیں لوٹتی۔ کیونکہ اس نے عمر بھر کے لئے جو شے دی ہے جس میں اولاد کا ذکر کرنے سے عاریت ختم ہو گئی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کا ذکر نہ کرے تو پھر وہ عاریت ہے جو دینے والے کی طرف لوٹ آتی ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب تصریح کرے کہ ھِیَ لَکَ مَا عِشْتَ یعنی یہ شے تیری

عہ نیل الاوطار میں امام مالکؒ کا مذہب اسطرح لکھا ہے اور نووی میں ہے کہ امام مالک تینوں صورتوں میں کہتے ہیں کہ یہ شے دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی۔

حیات تک تیری ہے اگر تصریح نہ کرے بلکہ صرف اتنا کہے کہ اَعْمَرْتُکَ یعنی عمر بھر کے لئے یہ شے میں نے تجھے دیدی تو یہ نہیں لوٹے گی کیونکہ عمر بھر کا لفظ عام ہے اولاد کی عمر کو بھی شامل ہے جیسے اوپر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جمہور کے نزدیک پہلی اور تیسری صورت میں وہ شے اس کی ہے جس کو دی گئی ہے۔ دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی۔ صرف امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کچھ خلاف ہیں اور دوسری طرف جمہور لوٹنے کے قائل ہیں اور حنفیہ کے نزدیک تینوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کہ وہ شے نہیں لوٹے گی خیر یہ تو مذاہب کی تفصیل اور ان کے دلائل کا بیان تھا۔

اصل تحقیق یہ ہے کہ اگر ہبہ یا عطیہ کے لفظ سے ہو تو پھر حیات تک شرط کرنا باطل ہے اگر عمریٰ وغیرہ کے لفظ سے ہو تو پھر حیات کی شرط معتبر ہے جیسے جمہور کا خیال ہے کیونکہ عمریٰ کو لفظ عاریت کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ اس طرح ہی سب احادیث میں موافقت ہو جاتی ہے اور کسی طرح کا اعتراض بھی نہیں پڑتا۔ اور انصاری نے جو اپنی ماں کو باغ دیا تھا۔ وہ بھی ہبہ پر محمول ہے اس لئے اس میں وراثت جاری ہوئی اور دینے والے کی طرف نہیں لوٹایا گیا۔ جب عمریٰ کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اب شادی میں جو زیور وغیرہ چڑھایا جاتا ہے۔ اس کا حال مخفی نہ۔ اس کو خواہ ہبہ سمجھا جائے یا عمریٰ وہ کسی صورت لڑکے والوں کا حق نہیں بنتا۔ ہبہ ہونے کی صورت میں تو ظاہر ہے کیونکہ ہبہ موہوب لہٗ (جس کو دیا گیا ہے) کی ملک ہو جاتا ہے اور عمریٰ ہونے کی صورت میں بھی ملک ہو جاتا ہے اس لئے کہ دینے کے وقت یہ شرط نہیں ہوئی۔ کہ یہ زیور وغیرہ لڑکی کی حیات تک لڑکی کا ہے پھر ہم لے لیں گے۔ پس لڑکے والوں کو چاہیئے کہ جو کچھ لڑکی کو دیں پہلے ہی سوچ سمجھ لیں۔ پیچھے ہاتھ ملا کچھ فائدہ نہیں۔

عبد اللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ ۵، شوال ۱۳۵۳ھ

زانی مرد عورت سے رشتہ ناطہ کا حکم ــــــ اولادِ زنا کو رشتہ میں لے سکتے ہیں

سوال۔ دو حقیقی بھائی ہیں ایک کے گھر بیس پچیس سال سے ایک عورت غیر منکوحہ آباد ہے جس کے بطن سے آٹھ بچے بھی ہو چکے ہیں کیا از روئے شریعت دوسرا بھائی اپنے اس بھائی سے رشتہ ناطہ کر سکتا ہے؟ عبد الغنی چک ۲۹۳ ڈاک خانہ چک ۵۰۷ ضلع لائل پور

جواب:۔ جب تک شرعی طریق پر پوری طرح سے توبہ نہ کریں ان سے میل ملاپ رشتہ ناطہ حرام ہے اصل توبہ تو یہ ہے کہ حد جاری ہو مگر حکومت غیر میں یہ کام مشکل ہے اس لئے مجلس میں سب کے سامنے توبہ کریں۔ آئندہ کے لئے الگ الگ ہو جائیں۔ عورت مرد کا آپس میں کوئی تعلق نہ رہے۔ اس مرد کے پاس بالکل نہ رہے نہ اس سے خرچ لے بچے خواہ اس کے پاس چھوڑے یا اپنے ساتھ لے جائے جب لوگ شہادت دیں کہ اب ان کی حالت اچھی ہو گئی ہے تو پھر نکاح کی کوئی صورت ہو سکتی ہے بچے اگر نیک ہو جائیں۔ تو ان کو رشتہ ناطہ میں لینا کوئی حرج نہیں مگر حرام کا نیک کم ہوتا ہے بہر صورت نیک ہونے کی صورت میں ان پر کوئی طعن نہیں قصور ہے تو ماں باپ کا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

بھانجے کی لڑکی سے نکاح

سوال:۔ بھانجے کی (خواہ عینی یا علاتی یا اخیافی ہو) لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جب اپنی بھانجی سے نکاح درست نہیں تو بھانجے کی لڑکی سے بھی درست نہیں

عبداللہ امرتسری روپڑی

جمع بین الاختین

سوال:۔ دو حقیقی بھائی ایک ہی گھر میں دو حقیقی بہنوں سے شادی ہوئی ہے ان میں سے ایک کا انتقال ہوا ہے اب متوفی کا دوسرا بھائی متوفی کی بیوہ عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے یعنی دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرنا چاہتا ہے۔ کیا عند الشرع دو حقیقی بہنوں کا ایک نکاح میں جمع کرنا درست ہے؟

جواب:۔ از روئے شریعت اسلامیہ دو حقیقی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے قرآن مجید میں ہے وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ یعنی دو حقیقی بہنوں نکاح میں جمع نہ کرو۔ ہاں اگر ایک مر جائے تو دوسری سے نکاح ہو سکتا ہے۔

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم ۹ صفر ۱۳۶۰ھ

باپ کا نکاح ثانی سے درست ہے؟

سوال ۔ اگر باپ کے گھر لڑکی کی نانی ہو اور بیٹے کے گھر نانی کی نواسی ہو اسی باپ کے حقیقی بیٹے کا عقد جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۔ لڑکی کی نانی باپ کے لئے اور اس نانی کی نواسی بیٹے کے لئے درست ہے کیونکہ قرآن مجید میں پندرہ رشتے حرام کر کے فرمایا، کہ ان کے سوا سب درست ہیں اور یہ پندرہ میں سے نہیں ہیں، پس یہ بھی درست ہوئے۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی)

روپیہ لے کر بیٹی کا نکاح کرنا

سوال ۔ بعض لوگ اپنی بیٹیوں کا روپیہ لے کر نکاح کرتے ہیں کیا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۔ اس قسم کا روپیہ لینا جائز نہیں بلکہ یہ رشوت میں داخل ہے اور ایسا آدمی لڑکی کا ولی ہونے کے لائق نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

بوڑھے مرد کے ساتھ جوان عورت کا نکاح

سوال ۔ جو شخص بوڑھا ہو اور عورت نوجوان ہو یعنی عورت کی حاجت کسی طرح پوری نہ کر سکتا ہو عمر ستر سال کی اور عورت کی عمر بائیس سال کی وہ بیمار رہتی ہے اور تنگ ہے اس طرح عورت بند رکھنی جائز ہے؟ ایسے شخص کی امامت جائز ہے؟

جواب ۔ اگر یہ بوڑھا عورت کی حاجت روائی نہیں کر سکتا تو یہ نامرد کے حکم میں ہے اور نامرد کی بابت فیصلہ یہ ہے کہ سال کی مہلت دی جاتی ہے تاکہ اپنا علاج کرے اگر آرام نہ ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے بڑھاپے کی وجہ سے جس کی شہوت ختم ہو چکی ہے وہ قابلِ علاج نہیں اس لئے اس کی بیوی ابھی سے فسخ نکاح کا اختیار رکھتی ہے۔ جب عورت کو فسخ کا اختیار ہوا تو خاوند خواہ طلاق دے یا نہ دے عورت فسخ کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ پنچایت میں مرد عورت کو بلایا جائے فریقین کے بیان اور شہادتیں لی جائیں اگر عورت سچی ہو تو پنچایت فیصلہ دے دے کہ نکاح فسخ ہے اگر خاوند پنچایت میں نہ آئے تو پنچایت یک طرفہ ڈگری دیدے۔ اگر پنچایت نہ ہو سکے تو کسی عالم فاضل یا چوہدری، نمبردار یا کسی اور ذی اثر صاحب کی معرفت یہ کام کرایا جائے ہاں اگر عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوتا اور اس

صورت میں خاوند طلاق نہ دیتا تو امامت سے معزول ہو سکتا تھا۔ لیکن جس صورت میں اس کے نکاح سے نکلنے کے لئے دوسرا رستہ کھلا ہے یعنی عورت کو فسخ کا اختیار ہے تو اتنے پر اس کو معزول کرنے کی ضرورت نہیں۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی)

نکاح بٹہ

سوال: زید اپنے لڑکے کا نکاح بکر کے بٹے میں کر دے یعنی زید کی لڑکی بکر کے لڑکے کو اور بکر کی لڑکی زید کے لڑکے کو جسے عرف عام میں بٹہ کہتے ہیں مقرر ہو۔ کیا وہ نکاح جائز ہے یا حرام؟ جب نکاح حرام ہے تو دونوں میں تفریق ہے یا نہیں کیا وہ لڑکیوں کا نکاح دوسری جگہ بلا بٹہ کر سکتے ہیں؟

جواب: نکاح بٹہ شرعاً حرام ہے جو ناواقفی مسئلہ نکاح ہو چکے ہیں وہ قائم رہ سکتے ہیں اور بعض صورتوں میں فسخ بھی ہو سکتے ہیں سوال میں جن دو لڑکیوں کا ذکر ہے ان سے لڑکی نمبر۱ چونکہ صاحب اولاد ہے اس کے نکاح فسخ کرنے میں اولاد کی ویرانی کا خطرہ ہے اس لئے فسخ نہ کیا جائے تو گنجائش ہے۔ دوسری کا فسخ کر دینا بہتر ہے اگر وہ فسخ نہ کرنا چاہے تو اس کو بھی اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ عموماً یہ نکاح (بٹہ) ناواقفی میں ہوتا ہے اور ناواقفی شرعاً عذر ہے اس لئے اگر اسی نکاح کے ساتھ قائم رہیں تو اولاد حلال کی ہو گی اور پہلے جو اولاد ہو چکی ہے وہ بھی حلال کی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

نکاح بٹہ کے بعد فریقین میں ناچاقی ہونا

سوال: علم دین کی ہمشیرہ چراغ بی بی کا نکاح اسماعیل سے اور اسماعیل کی ہمشیرہ عزیزہ کا نکاح علم دین سے بطور بٹہ ہوا اور دونوں کے مہر مساوی پہلے رواج کے مطابق تیس روپے ہیں نکاح کے چند ماہ بعد فتنے شروع ہو گئے علم دین نے اپنی بیوی عزیزہ کو مارا اور پہنے ہوئے کپڑے اتروا کر جلا دیئے اور دوسرے معمولی کپڑے پہنا کر میکے بھیج دیا اسماعیل نے بھی بدلہ میں علم دین کی بہن کو مار پیٹ کر میکے بھیج دیا۔ کئی ماہ تک بربادی رہی دس گیارہ مہینوں سے لڑکیاں اپنے اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہیں اب کوئی جائز صورت اصلاح کی نظر نہیں آتی۔ فتنہ کے طول پکڑنے سے بعض جانوں کے اتلاف کا خطرہ ہے ہر دو میں سے کوئی خاوند اپنی بیوی پر اور کوئی بیوی اپنے خاوند پر راضی نہیں ہے ہر دو کی اصلاح ناممکنات سی ہو گئی ہے۔ ہر اصلاحی صورت

سے مایوس ہو کر شریعت کا فتویٰ طلب کیا جاتا ہے۔

بقلم صمصام از گلہ کڑیالہ ڈاک خانہ ترنتارن ضلع امرتسر ۱۹۴۱ء

جواب۔ اس کا فیصلہ شریعت میں بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے وہ یوں کہ لڑکیاں بغیر طلاق کے اپنی جگہ بیٹھی بٹھائیں ولیوں کی اجازت سے اپنا اپنا نکاح دوسری جگہ پڑھ لیں کیونکہ حدیث میں ہے لَا شِغَارَ فِی الْاِسْلَامِ یعنی اسلام میں نکاح بٹہ نہیں جب اسلام میں بٹہ کا وجود ہی نہ ہوا تو طلاق یا فسخ نکاح کی کیا ضرورت۔ پہلے نکاح کا شرعاً وجود ہو پھر طلاق یا فسخ کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

عبد اللہ امرتسری مدیر تنظیم اہلحدیث روپڑ ضلع انبالہ

بغیر شرط دونوں کی طرف سے رشتہ بٹہ ہے یا نہیں؟

سوال۔ زید نے اپنی لڑکی عمرو کے لڑکے سے بغیر کسی شرط بٹہ وغیرہ کے منگنی کی ہوئی تھی قبل نکاح شرعی کچھ مدت کے بعد زید مذکور کے کہنے کے بغیر عمرو مذکور نے اپنی لڑکی بھی زید کے لڑکے کو دے دی۔ بٹہ وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں آیا۔ اور نہ ہی طرفین نے کوئی شرط لگائی ہے۔ اب ہر طرف سے شادی کی تاریخ اس طرح بغیر شرط مقرر ہے کہ جب زید کی لڑکی کے براتی آئیں تو دوسرے یا تیسرے دن عمرو کی لڑکی کی برات آنے کی تقرر تاریخ کے وقت بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بٹہ ہے۔ شرعاً ناجائز ہے تو زید نے کہا کہ یہ بالکل بٹہ نہیں۔ میں نے اپنی لڑکی عمرو کے لڑکے کو دی ہے اگر عمرو نہ دینا چاہے تو اس کی مرضی ہے میں راضی ہوں اب عرض یہ ہے کہ یہ صورت ممنوع بٹہ میں داخل ہے یا نہ؟

جواب۔ صورت مذکورہ اگرچہ بٹہ نہیں مگر بٹہ کا شبہ اس میں ضرور ہے اس لئے مناسب ہے کہ سر دست ایک ہی نکاح ہو، دوسرا نہ ہو بلکہ اس کے متعلق صاف لفظوں میں کہہ دیا جائے کہ سر دست میں قبول نہیں کرتا۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔ جب ایک لڑکی گھر آباد ہو جائے اور خاوند بیوی کا اچھی طرح دل مل جائے اور خوشی خوشی رہنے سہنے لگ جائیں تو پھر دوسری لڑکی کے متعلق بات چیت میں کوئی حرج نہیں

عبد اللہ امرتسری روپڑی

طرفین کی طرف سے نکاح میں شرط

سوال : محمود نے اپنی لڑکی حامد کے لڑکے کو اس شرط پر دی ہے کہ زیور طرفین سے برابر ہوگا۔ اور براتی مساوی ہوں گے۔ اگر تم یہ کرو گے ہم یہ نہ کریں گے وغیرہ وغیرہ سنگین شرائط مقرر کی گئی ہیں۔ یہ طریقہ جائز ہے یا نہ۔

جواب : مذکورہ صورت قطعاً بٹہ ہے جس کو عربی میں شغار کہتے ہیں جو کہ کسی صورت میں جائز نہیں ہمارا رسالہ نکاح شغار ملاحظہ ہو۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

زانی زانیہ کا نکاح

سوال : ایک لڑکی ایک ہندو کے ساتھ نکل گئی چار سال کے بعد یہ لڑکی مسلمان ہو گئی اس کے اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بہت بڑا ہے ایک مسلمان لڑکے کے ساتھ اس کا ناجائز تعلق ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ نکاح کرنے کے واسطے اس لڑکی نے اسلام قبول کیا ہے جس دن وہ مسلمان ہوئی ہے اسی دن اس لڑکی کو دوسری جگہ بٹھا دیا ہے ایک حیض کے بعد دونوں سے توبہ تائب کرا کر نکاح کر دیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ کیونکہ زانی زانیہ تھے اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب : جب توبہ تائب کرا کر ایک حیض چھوڑ کر نکاح پڑھا گیا ہے تو نکاح صحیح ہے حدیث میں ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا مثل بے گناہ کے ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

نکاح بٹہ کے فتویٰ پر تعاقب

سوال : جب آپ کے نزدیک نکاح بٹہ باطل ہے تو پھر آپ کا یہ کہنا کس طرح درست ہے کہ ہماری رائے اس موقع پر احتیاط ہے وہ یہ کہ ملاپ سے پہلے تو قطعاً جدائی کرا دی جائے اور ملاپ کے بعد جو کچھ پہلے ہو چکا ہو آئندہ کے لئے ایک حیض کے انتظار کے بعد ولیوں کی اجازت سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح پڑھ دیا جائے۔ مگر دوبارہ نکاح اس وقت مفید ہو سکتا ہے جب لڑکیاں آباد ہو کر خود مختار ہو جائیں اور اپنے اولیا کے ناجائز قبضہ سے نکل جائیں تاکہ تبادلہ کا شبہ نہ رہے۔ ورنہ پھر جدائی مناسب ہے اور ولیوں کے ناجائز قبضے سے نکلنے کے بعد جب

دوبارہ نکاح کی تجویز ہوجائے تو ان کے اولیاء کی اجازت ضروری ہے اگر ان کے اولیاء دوبارہ نکاح کی اجازت نہ دیں تو کسی دوسرے کو ولی بنا کر دوبارہ نکاح پڑھ لیں، مگر لڑکیاں دوبارہ اس نکاح پر راضی نہ ہوں تو ان کی رضا کے موافق دوسری جگہ نکاح کی تجویز کی جائے۔

نکاح بٹہ ہوجانے کے بعد ملاپ کر لینے کے باوجود جدائی بھی جائز جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بلا طلاق وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح شغار سرے ہی سے منعقد نہیں سمجھا گیا۔ اور معافی بھی جائز جس کا نتیجہ صاف ہے کہ دوسری جگہ وہ عورت نکاح نہیں کر سکتی۔ کیونکہ نکاح شغار بوجہ نااتفاقی قائم رکھا گیا ہے اور وہ منعقد ہوگیا پس یہ حنفیوں والی احتیاط ہے ورنہ اصل احتیاط تو یہ ہے کہ اقویٰ دلیلین پر عمل کیا جائے۔

ایک جگہ آپ نے یہ لکھا ہے۔

اس مسئلہ سے بے خبری میں جو کچھ ہو چکا وہ معاف ہے۔

ایک جگہ آپ نے لکھا ہے۔

نکاح بٹہ شرعاً حرام ہے نکاح بٹہ میں اگر یہ لڑکی آباد بھی ہو چکی ہوتی تو بھی نکاح فسخ ہے اس لئے اس لڑکی کا نکاح، جہاں مرضی ہو کر دیا جائے اور جو لڑکی اس کے بٹہ میں ہے اس کا نکاح بھی دوسری جگہ کر دیا جائے۔

جواب: مشکوٰۃ میں ہے۔

عَنِ السَّائِبِ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَاذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رواہ البخاری (باب المساجد فصل اول)

سائب کہتے ہیں میں مسجد نبوی میں سویا ہوا تھا مجھے ایک شخص نے کنکر ماری میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب تھے فرمایا ان دو شخصوں کو لاؤ میں لایا ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تم کن لوگوں سے ہو یا کہاں کے رہنے والے ہو انہوں نے کہا ہم اہل طائف ہیں فرمایا اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو میں سزا دیتا کیا تم مسجد نبوی میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو؟۔

اس حدیث میں حضرت عمرؓ نے یہ نہیں کہا کہ تمہیں آواز بلند کرنے کا مسئلہ معلوم ہے یا نہ بلکہ کہا اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو تمہیں سزا دی جاتی لیکن طائف میں چونکہ علم کا اتنا چرچا نہیں اس لئے تمہیں معافی دی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بے خبری کے بھی مراتب ہوتے ہیں ایک بےخبری قابل معافی ہے ایک نہیں اسی بناء پر فقہاء حنفیہ نے خیار بلوغ اور خیار عتق میں فرق کیا ہے یعنی اگر شادی شدہ لونڈی آزاد ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنا نکاح قائم رکھے یا فسخ کر دے اس طرح قبل بلوغ جس لڑکی کا نکاح ہو گیا اس کو بھی بعد بلوغ فسخ کا اختیار ہے۔ مگر ان دونوں میں دو طرح سے فرق ہے ایک یہ کہ لونڈی خود بخود اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے اور لڑکی بواسطہ حاکم یا پنچایت وغیرہ فسخ کر سکتی ہے دوسرا یہ کہ اگر لونڈی کو خیار عتق کا مسئلہ معلوم نہ ہو تو اس کا حق زائل نہیں ہوتا۔ جب اس کو علم ہوگا وہ اپنا حق لے سکتی ہے برخلاف لڑکی کے اگر لڑکی بالغہ ہوتے ہی اپنا حق نہ لے تو بعد اس کو فسخ کا کوئی اختیار نہیں۔ خواہ اس کو مسئلہ معلوم ہو یا نہ کیونکہ لونڈی مملوکہ ہونے کی وجہ سے آقا کی خدمت سے فارغ نہ تھی کہ علم سیکھتی برخلاف آزاد کے اس کو علم سیکھنے سے کوئی مانع نہیں اس لئے لونڈی کی بے خبری عذر ہے اور آزاد کی بے خبری عذر نہیں۔ اگرچہ فقہاء کا یہ فرق معتبر نہیں۔ کیونکہ اگر لونڈی کی خدمت مانع تھی تو آزاد کو لڑکپن مانع تھا اس لئے نابالغ بلوغ سے پہلے کسی حکم کا مکلف نہیں ہوتا۔ مگر فقہاء کے اس فرق سے اتنا تو معلوم ہوا کہ بے خبری سب جگہ برابر نہیں۔ اگر لڑکی بالغ ہونے کے بعد بھی بے خبر رہے تو اس میں لڑکی کا قصور وار ہونا قرین قیاس ہے۔ ٹھیک اس طرح نکاح بٹہ کو سمجھ لینا چاہیئے۔ جو نکاح بٹہ ایسی جہالت کے موقع پر ہوئے ہیں کہ نہ اس طرف علم کا چرچا تھا نہ عدم جواز کی آواز سے کبھی کان آشنا ہوئے۔ تو ایسے نکاحوں میں اگر خانہ آبادی نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں جدائی سہل ہے لیکن خانہ آبادی خاص کر اولاد ہونے کے بعد سوا معافی کے کیا چارہ ہے جب سے پہلا رسالہ نکاح بٹہ شائع ہوا ہے۔ یہ مسئلہ منصہ شہود پر آگیا ہے کسی عالم کو اس کے دلائل توڑنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ایسے حال میں کوئی ویسے ہی کسی کے فتویٰ کو بہانہ بنا کر جواز کا رستہ ڈھونڈے تو یہ جہالت نہیں بلکہ خباثت ہے ہاں کسی جگہ یہ رسالہ نہ پہنچا ہو نہ کسی اور عالم کے فتویٰ سے دلائل پر اطلاع ہوئی ہو۔ نہ وہ پہلے ہی بے خبر ہوں جیسے جاہلیت کا زمانہ ہوتا ہے تو ان کی جہالت بھی عذر ہو سکتی ہے جس نکاح کی بابت معاویہ رضؓ نے تفریق کرائی تھی وہ ایسے وقت میں ہوا تھا۔ کہ آفتاب علم اس وقت پوری روشنی پر تھا۔ نیز اس کی ابتدائی حالت تھی جس میں جدائی سہل ہے۔

نکاح بلا ولی کا مسئلہ بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ فقہ حنفیہ کے مطابق انگریزی قانون میں بالغہ خود مختار قرار دی گئی ہے اور فقہ حنفیہ کے زیادہ مروج ہونے کی وجہ سے بہت سی دنیا پر اس کا انکشاف نہیں ہوا گویا اس مسئلہ میں بھی بہت سی دنیا قریب قریب جاہلیت کے زمانہ میں ہے سو اس کے لئے بھی نکاح بٹر کی تفصیل ملحوظ ہے اس طرح حاملہ بالزنا وغیرہ کا مسئلہ جو نکاح بلا ولی کی طرح قدیم سے علماء اہلسنت کے اختلاف کی زد میں آیا ہوا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ رہے وہ نکاح جو علماء اہلسنت میں بالاتفاق حرام ہیں جیسے محرمات ابدیہ اور متعہ وغیرہ تو ان میں سوا جدائی کے کوئی اور رستہ نہیں ہاں جو کفر یا بدعت کی حالت میں ہوتے ہوں ان میں بعض حالات میں فوراً جدائی کرا دینی چاہیئے۔ جیسے مجوسی کے نکاح میں کوئی محرمات ابدیہ ہو یا کسی کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں ہوں تو یہ نکاح قائم نہیں رہتا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

چچی یا بھتیجے کی لڑکی سے نکاح

سوال۔ چچی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں اور بھتیجے کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ چچی[1] کے ساتھ نکاح درست ہے کیونکہ یہ ان محرمات سے نہیں جن کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ واحل لکم ما وراء ذالکم بھتیجے کی لڑکی چونکہ بنات الاخ میں داخل ہے اس لئے حرام ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

پچھلگ لڑکی کس صورت حلال ہے؟

سوال۔ غلام محمد نے ایک عورت نکاح کی اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ وہ ساتھ آئے اور وہ عورت قریباً دس سال غلام محمد کے گھر رہی بعد میں مر گئی اب غلام محمد اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور ایک دو مولوی صاحبان حضرت علیؓ کا قول فی حجورکم کی تفسیر میں پیش کر کے نکاح کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

ابراہیم خلف الرشید مولوی خدا بخش از مجید ڈاکخانہ رملاس ضلع امرتسر

جواب۔ مغنی مع شرح الکبیر ابن قدامہ جلد ۷ صفحہ ۴۷۲ میں اس مسئلہ کی کافی تفصیل ہے۔ ہم

[1] بشرطیکہ چچا کے گھر خالہ نہ ہو۔

اسی سے کسی قدر تشریح کرتے ہیں

ربیبہ (پچھلگ) کی چار صورتیں ہیں

۱. یہ کہ اس کی ماں سے نکاح کرنے والا اس کی ماں سے ہمبستری کر چکا ہو اور یہ ربیبہ اس کی پرورش میں ہو

۲. یہ کہ ہمبستری نہ کی ہو۔ نہ یہ اس کی پرورش میں ہو۔

۳. یہ کہ ہمبستری کر چکا ہو لیکن یہ ربیبہ اس کی پرورش میں نہ ہو۔

۴. یہ ربیبہ اس کی پرورش میں ہو لیکن اس کی ماں سے ہمبستری نہ ہوئی ہو۔

پہلی صورت میں تو ربیبہ بالاتفاق حرام ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ نہ کسی صحابی کا نہ کسی اور کا نیز نص قرآنی اس میں ناطق ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ وربائبکم التی فی حجورکم الایۃ یعنی پچھلگیں تم پر حرام ہیں جو تمہاری پرورش میں ہیں۔ تمہاری عورتوں سے جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو۔

دوسری صورت میں اور چوتھی صورت میں بالاتفاق حلال ہے اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہاں اگر ربیبہ کی ماں ہمبستری سے پہلے مر جائے تو اس میں اختلاف ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس حالت میں ربیبہ حرام ہے اور حضرت ابوبکر رضا نے بھی اس کو اختیار کیا ہے کیونکہ موت ہمبستری کے قائم مقام ہے اور حضرت علی رضا کہتے ہیں کہ اس حالت میں بھی حلال ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہمبستری کی شرط ذکر کی ہے موت کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے موت کی حالت میں حرام نہ ہوگی اکثر علماء کا یہی مذہب ہے امام مالک رح امام ثوری امام اوزاعی، امام شافعی رح امام احمد رح امام اسحٰق رح۔ امام ابو ثور وغیرہم سب اسی کے قائل ہیں۔

رہی تیسری صورت سو اس میں حضرت علی رض اور حضرت عمر رض سے مروی ہے کہ پچھلگ حلال ہے۔ اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے باقی تمام اس پر متفق ہیں کہ یہ حرام ہیں آئمہ اربعہ رح کا بھی یہی مذہب ہے وجہ اختلاف فی حجورکم کی قید ہے یعنی خدا نے پچھلگوں کی حرمت کے ذکر میں پرورش ہونے کی قید ذکر کی ہے پہلا فریق کہتا ہے کہ اس بنا پر جب پرورش میں نہ ہو تو حلال ہونی چاہیئے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ جب انسان کسی بیوہ عورت سے نکاح کرتا ہے تو عموماً اس کی اولاد ساتھ آتی ہے اور اس نکاح کرنے والے کی پرورش میں رہتی ہے اس لئے اس قید کا ذکر کر دیا ہے یہ مطلب نہیں کہ اگر پرورش میں نہ ہوں تو حلال ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے دوگانہ میں خدا تعالیٰ نے کفار سے خوف کا ذکر کر دیا ہے کیونکہ اس وقت کفار سے خوف رہتا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ کفار سے خوف نہ ہو پھر دوگانہ ناجائز ہے اس طرح قرآن مجید میں ہے کہ اپنی اولاد کو

خوفِ محتاجی سے قتل نہ کرو ۔ چونکہ اکثر خوفِ محتاجی سے قتل کرتے تھے ۔ اس لئے خوفِ محتاجی کا ذکر کر دیا غرض جو قید کثرت کی بنا پر ذکر ہو اس کو حلت و حرمت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ بلکہ اس کے ذکر کا کوئی اور فائدہ ہوتا ہے ۔ چنانچہ اس جگہ پرورش کی قید کے ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ اگر بیوہ سے نکاح کے بعد خاوند یہ کہہ دے کہ میں تیرے نان و نفقہ کا ذمہ دار ہوں ۔ تیری اولاد کا نہیں تو یہ کہنا اس کا ٹھیک نہیں کیونکہ اولاد عموماً ماں کے ساتھ رہتی ہے ۔ ہاں اگر وہ اس کے نان و نفقہ سے مستغنی ہو مثلاً لڑکیاں شادی شدہ ہوں یا لڑکے بڑے ہوں اور کاروبار کر سکتے ہیں یا مالدار ہوں تو پھر ان کا نان و نفقہ ان کے ذمہ نہیں ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دوسرے فریق کے مذہب کو ترجیح ہے کیونکہ پہلے فریق کا استدلال اسی قید سے تھا ۔ جب یہ قید اکثری ہے اور اس کا فائدہ دوسرا ہے تو اس سے استدلال صحیح نہ ہوا ۔ اس کے علاوہ بعض احادیث بھی دوسرے مذہب کی مؤید ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا ۔ لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَأَخَوَاتِكُنَّ یعنی اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھ پر پیش نہ کرو ۔ اس حدیث میں مطلق بیٹیاں فرمایا ہے پرورش کی کوئی قید نہیں ۔

نیز ایک حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَطَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ دَخَلَ بِهَا لَا بَأْسَ أَنْ يَتَزَوَّجَ رَبِيْبَتَهُ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ أُمَّهَا ۔ رواه ابوحفص باسناده یعنی جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر ہمبستری سے پہلے اسے طلاق دیدے ۔ تو اس حالت میں لڑکی اپنی پچھلگ سے نکاح لے سکتا ہے اور عورت کی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا ۔ اس حدیث میں بھی صرف ماں کے ساتھ ہمبستری کی شرط کی ہے پرورش میں رہنے کی کوئی شرط نہیں پس صحیح یہی ہے کہ پرورش میں ہونے کی کوئی شرط نہیں بلکہ اس کے بغیر بھی حرام ہے ۔

خیر یہ تفصیل تو ان چاروں صورتوں کے متعلق تھی ۔ سوال کی صورت کو دیکھنا چاہیئے کہ ان چار میں سے کس میں داخل ہے ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں داخل ہے جو بالاتفاق حرام ہے پس جس مولوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذہب کی آڑ لے کر حلت کا فتویٰ دیا وہ سخت غلطی میں ہے خدا محفوظ رکھے ۔ آمین ۔

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم اہلحدیث روپڑ ضلع انبالہ ۱۲ ۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۸ھ

باپ کی دوسری بیوی کی پچھلگ لڑکی سے بیٹے کا نکاح

سوال :۔ کیا عمرو کے لڑکے کا نکاح عمرو کی دوسری بیوی کی لڑکی جو دوسرے خاوند سے ہے جائز ہے؟

جواب :۔ سوال کی صورت میں اس لڑکی کا نکاح عمرو کے لڑکے سے جو پہلی عورت سے ہے جائز ہے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک عورت کے ساتھ ایک لڑکی ہو اور ایک مرد کے ساتھ ایک لڑکا ہو یہ مرد اس عورت سے نکاح کر لے اور اس کا لڑکا اس عورت کی لڑکی سے نکاح کر لے۔ خواہ مرد پہلے نکاح کرے اور لڑکا پیچھے اور خواہ لڑکا پہلے کرے۔ سو پیچھے۔ اس تقدم و تاخر سے حلت و حرمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا صورت سوال میں مرد عمرو نے پہلے نکاح کیا ہے اور لڑکے کا بعد ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ ۔ یعنی محرمات مذکورہ کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ چونکہ یہ لڑکی قرآن مجید کی محرمات مذکورہ میں نہیں اور نہ کسی حدیث میں اس کی حرمت آئی ہے اس لئے بحکم آیت مذکورہ حلال ہوگی۔

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم مورخہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ

بھتیجے کی بیوی سے چچا کا نکاح

سوال :۔ ایک شخص کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے اس کا بھتیجا نکاح کر لے تو کیا بھتیجے کے مرنے کے بعد اس سے دوسرا چچا نکاح کر سکتا ہے۔

جواب :۔ بھائی کی بیوی کو بھائی نکاح کر سکتا ہے اور بھتیجے کی بیوی کو چچا نکاح کر سکتا ہے تو یکے بعد دیگرے دو کے نکاح میں آنے سے حرمت پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہ بدستور حلال ہے خواہ بھائی کے نکاح میں پہلے ہو پھر بھتیجے کے نکاح میں آجائے یا اس کا الٹ ہو بہرحال یہ محرمات ابدیہ میں سے نہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اس لئے بھتیجے کے قطع تعلق کے بعد چچا کے لئے درست ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ، محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۹، مارچ ۱۹۳۸ء

بریلوی مشرک سے نکاح

سوال :۔ کیا بریلوی مشرک سے نکاح ہو جاتا ہے جو قبروں کا قائل ہے۔

جواب :۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا یعنی مشرکوں کو نکاح نہ دو۔ یہاں تک کہ ایمان لائیں اسی بنا پر سوال میں جس عورت کا ذکر ہے پس شرعاً عورت کو اختیار ہے جہاں

چاہے کسی دیانت دار مرد کو ولی بنا کر نکاح کرے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ

نکاح زانیہ بعد وضع حمل

سوال۔ کسی باکرہ عورت کو نکاح ہونے سے پیشتر اپنے منسوب شدہ خاوند سے ناجائز حمل قرار پا جائے اور حمل کے نمودار ہونے پر مرد عورت کو اپنے گھر لے جائے پھر بچہ پیدا ہونے پر بعد گذرنے ایام نفاس اس کے ساتھ نکاح پڑھا دے اور نکاح خواں کو ان کی کرتوت کا علم ہو اور مرد عورت نے توبہ بھی نہ کی ہو تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو کیا مرد عورت اور نکاح خواہ ہو گواہان کسی شرعی جرم کے مجرم ہیں؟

جواب۔ یہ نکاح چونکہ وضع حمل کے بعد پڑھا گیا ہے اس لئے صحیح ہے ہاں توبہ ضروری تھی ان کو مجبور کیا جائے۔ کہ اگر انہوں نے توبہ نہیں کی تو اب توبہ کریں اور ان کی حسب حیثیت کچھ ان پر تاوان لگایا جائے یا تعزیر لگائی جائے تاکہ آئندہ کے لئے تنبیہ ہو جائے اگر توبہ یا تعزیر کو قبول نہ کریں تو ان کا حقہ پانی بند یا جانڈا چھیک دیا جائے اور جو دیدہ دانستہ ان میں شامل ہوئے ہوں ان کا بھی یہی حکم ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ

عدت کے اندر نکاح

سوال۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین تحریر طلاقیں دے دیں اس کے بعد مطلقہ بیوی ہی کی عدت میں اس کی ہمشیرہ سے نکاح کر لیا شریعت میں اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

احمد دین ولد نبی بخش سکنہ بٹی دیواناں خانقاہ ڈوگراں تحصیل حافظ آباد گوجرانوالہ

جواب۔ مسلم شریف میں ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی خلافت صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ فاروق نے بطور تعزیر تین جاری کر دیں۔ اس حدیث کی بنا پر خاوند مطلقہ بیوی کی طرف سے عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے بیوی کا اپنے پاس رکھنا ہی رجوع ہے نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور اس کی ہمشیرہ سے عدت کے اندر جو نکاح ہوا ہے وہ نکاح باطل ہے کیونکہ جب پہلی بیوی سے نکاح باقی ہے تو اس کی

ہمشیرہ نکاح میں نہیں آسکتی قرآن مجید میں ہے وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ (پ۴، ع۱۷)، مکا ع آخری، یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی حال لاہور ماڈل ٹاؤن سی بلاک کوٹھی نمبر ۹۱ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۳۷۹ھ بروز سوموار

اتباع سنت کی شرط پر بدعتی کے نابالغ لڑکے سے نکاح

سوال، زید نے بدعتیوں کو رشتہ دینا کرکے اہتمام کرالیا۔ کہ اگر تمہارا لڑکا بالغ ہونے کے بعد سنت کا پابند نہ رہے تو مجھے لڑکی بھیجنے نہ بھیجنے کا اختیار ہوگا۔ کیا یہ جائز ہے؟ قطب الدین

جواب، بدعتیوں کے ہاں چونکہ رشتہ حرام ہے اس لئے اہتمام وغیرہ کی شرط فضول اور شریعت کے خلاف ہے پس اس کا اعتبار نہیں زید کو چاہیئے کہ وہاں سے رشتہ سے بالکل انکار کر دے۔

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم روپڑ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ

مغویہ عورت کا نکاح

سوال، ایک آدمی ایک عورت کو اغوا کرکے لے گیا، کسی مولوی صاحب کے پاس جا کر اس عورت نے بیان کیا کہ میرا والد کسی مشرک سے میرا نکاح کرنے لگا تھا۔ اس لئے میں اس شخص کے ساتھ چوری بھاگ آئی ہوں، اب میرا اس سے نکاح کردو۔ مولوی صاحب اس عورت کی گواہی پر نکاح کردے تو جائز ہے۔ صدر الدین شاہ قریشی

جواب، ایک عورت کی شہادت سے نکاح جائز نہیں۔ خاص کر جب اسی عورت کا نکاح ہو جس مولوی نے یہ نکاح پڑھا ہے وہ ناحق پر ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

بیوہ کو نکاح سے روکنا

سوال۔ بیوہ کو نکاح سے روکنا کیسا ہے؟

جواب۔ بیوہ عورت کو جو نکاح سے روکے یا جرمانہ کرے۔ وہ سخت گنہگار ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا جن عورتوں سے نکاح کیا۔ وہ سب بیوہ تھیں اور آپ

کی بیٹیاں بھی دوسری جگہ بیاہی گئیں صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک شادی ہوئی ہے کیونکہ وہ حضرت علیؓ سے پہلے فوت ہو گئی تھیں۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

نکاح میں دو گواہ، ایجاب و قبول

سوال: ایک بیوہ کا نکاح اکبر کے ساتھ اس طرح ہوا کہ نہ گواہ بلائے گئے اور نہ عورت سے اجازت بر موقع نکاح لی گئی کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ قاضی احمد حسین سکنہ ماچھی واڑہ ضلع لدھیانہ

جواب: بشرط صحت سوال اس عورت کا نکاح نہیں ہوا۔ کیونکہ عورت کی رضامندی دو گواہ ایجاب و قبول ضروری اور لازمی ہیں بلکہ ولی بھی شرط ہے حدیث میں ہے۔ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ یعنی ولی کے بغیر نکاح نہیں نیز حدیث میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِشَاهِدَيْ عَدْلٍ وَّوَلِيٍّ مُّرْشِدٍ (کتاب الام جلد ۵ صفحہ ۱۹) یعنی نکاح نہیں مگر ساتھ دو عادل گواہوں کے اور ولی مرشد کے (جو محض لڑکی کی بھلائی کو مدنظر رکھے) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ولی اور دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور ایجاب و قبول کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ نکاح نام ہی ایجاب و قبول کا ہے۔ اگر ایجاب و قبول نہیں تو نکاح ہی کیا ہوا۔ رہی عورت کی رضامندی تو وہ اس لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کنواری لڑکی آئی اور شکایت کی کہ میرے والد نے میرا نکاح پڑھ دیا اور میں راضی نہیں آپ نے اس کا نکاح رد کر دیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جن میں صراحۃً مذکور ہے کہ عورتوں سے اذن لے کر ان کے نکاح کرو یہاں تک کہ باپ کو بھی حکم دیا کہ وہ اذن لے کر نکاح کرے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۳ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ

نکاح باطل اور فاسد

سوال: نکاح باطل اور فاسد میں کیا فرق ہے؟

جواب: نکاح فاسد وہ ہے جو منعقد ہو جائے لیکن جدائی واجب ہو۔ اور باطل وہ ہے جو منعقد ہی نہ ہو جیسے بیگانہ تھے ویسے ہی رہیں گے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

سوتیلی ساس سے نکاح

سوال ۔ زید کی دو بیویاں ہیں۔ خاتون ۔ بانو۔ خاتون کے بطن سے لڑکی ہوئی جس کا نام مسرور تھا جب لڑکی بڑی ہوئی تو بکر سے اس کی شادی ہوگئی اور زید فوت ہو گیا۔ زید کی دوسری بیوی بانو سے اولاد نہیں ہوئی بکر اپنی منکوحہ کو چھوڑ کر اس بانو (سوتیلی ساس) سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس نے مسئلہ پوچھا ایک مولوی صاحب کے فتویٰ کے مطابق نکاح کر لیا کیا یہ عقد عند الشرع جائز ہے؟

جواب ۔ قرآن مجید میں جن محرمات کا ذکر ہے اس میں ان کو شمار نہیں کیا۔ نہ حدیث میں اس کا ذکر ہے پس بحکم آیت کریمہ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ سوتیلی ساس حلال ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

نکاح حلالہ

سوال ۔ حلالہ کیا ہے اور اس کی تشریح کیا ہے؟

جواب ۔ جس عورت کو تین طلاقیں مل چکی ہوں خواہ کئی سال میں پوری ہوئی ہوں وہ خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اگر دوسرا نکاح کرکے دوسرے خاوند سے ہمبستر ہو جائے پھر خاوند ناموافقت کی وجہ سے اپنی مرضی سے طلاق دیدے تو پہلے خاوند کے لئے نکاح کے ساتھ حلال ہے۔ قرآن مجید میں ہے فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ یعنی اگر خاوند عورت کو تیسری طلاق دیدے تو اب اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے ۔۔۔۔ اور جو لوگ دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کے وقت شرط کر لیتے ہیں کہ اس عورت کو تنہائی کے بعد طلاق دے دینی ہوگی یا ایک دفعہ دونوں کو مکان کے اندر داخل کرکے دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ پھر جلد دروازہ کھول کر مرد کو طلاق کے لئے مجبور کرتے ہیں یا طمع دی اور اس نے ڈر کے مارے یا طمع سے طلاق دیدی تو یہ شرعاً حلالہ نہیں۔ ایسا کرنے والے پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی مدیر تنظیم اہلحدیث روپڑ ضلع انبالہ

عورت کے عیسائی یا اکالن ہونے کا خطرہ ہو تو بغیر طلاق دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے

سوال ۔ بوقت شقاق بین الزوجین غیر مسلم مرد مسلمان عورتوں کو اغوا کرکے اکالن یا عیسائی بنانے کے خوف سے اگر کوئی مولوی صاحب ان منکوحات کا نکاح بغیر طلاق کسی دوسرے مسلمان سے کر دے تو کیا

یہ جائز ہے اور مولوی صاحب پر کوئی گناہ تو عائد نہیں ہوتا۔

جواب: نکاح پر نکاح اس لئے کیا جاتا ہے کہ عورت حلال ہو جائے کیوں؟ اگر حلال نہ ہو تو پھر نکاح پر نکاح کی ضرورت کیا ویسے ہی کسی کے ساتھ رخصت کر دینی چاہیئے کہ کسی سے پوشیدہ یاری لگا لے تاکہ ہمیشہ بدکاری کرتی رہے جب ایسا نہیں کیا جاتا بلکہ نکاح کی آڑ لی جاتی ہے۔ تو گویا حرام کو حلال کیا جاتا ہے جو آیت والمحصنات کا انکار ہے اور آیت کا انکار کفر ہے پس احمدی یا عیسائی ہونے کے خوف سے نکاح پر نکاح درست نہیں ہو سکتا نیز احمدی یا عیسائی ہونے کا ابھی خوف ہے خدا جانے ہو یا نہ ہو تو پہلے ہی آیت مذکورہ کا انکار کر کے کافر ہو جانا گویا بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے کھڑا ہونا ہے۔

اس کے علاوہ احمدی یا عیسائی ہو کر کسی وقت اسلام کی طرف لوٹنے کی بھی امید ہے نکاح پر نکاح ہمیشہ کفر لازم آئے گا۔ ایسے مسائل نکالنے والے مولوی کو بالکل برطرف کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ کفر کا رستہ کھول کر خود بھی کفر کو پہنچ گیا۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۵، ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ

لڑکے کی سالی سے لڑکے کے والد کا نکاح

سوال: ایک شخص کی دو عورتیں ہیں اور دونوں کے ہاں اس خاوند کی ایک ایک لڑکی ہے لڑکیوں کے باپ نے جس وقت وہ بالغ ہو گئیں پہلے ایک لڑکی کی شادی کر دی تھوڑے دنوں کے بعد اپنی دوسری لڑکی کی شادی اپنے داماد کے والد کے ساتھ کر دی۔ یہ نکاح شریعت میں جائز ہوگا۔ یا نہیں؟

جواب: اس کا کوئی حرج نہیں خواہ پہلے لڑکے کو رشتہ دے یا لڑکے کے والد کو قرآن مجید میں مندرجہ ذیل رشتے حرام ہیں۔ منکوحہ باپ۔ ماں، بیٹی۔ بہن۔ پھوپھی۔ خالہ۔ بھتیجی۔ بھانجی۔ رضاعی ماں۔ رضاعی بہن۔ ساس۔ پچھلگ لڑکی۔ بہو۔ دو بہنوں کا جمع کرنا۔ خاوند والی خدا تعالیٰ یہ پندرہ رشتے حرام کر کے فرماتا ہے وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ یعنی ان پندرہ کے علاوہ باقی رشتے تمہارے لئے حلال ہیں اور سوال میں جس رشتے کا ذکر ہے یہ پندرہ سے نہیں پس یہ بھی حلال ہوگا۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

نکاح نابالغہ اور نکاح جبر

سوال: ایک لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے ہوا۔ ہوا یہ تھا کہ دونوں نابالغ تھے۔ اب لڑکی اور لڑکا

دونوں بالغ ہوگئے ہیں، لڑکی نکاح مذکورہ پر رضامند نہیں ہے نیز تا ہنوز ملاقات کی نوبت بھی نہیں آئی اندریں صورت طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں۔

جواب۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ اِذْنُہَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ (مشکوٰۃ) یعنی ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیوہ کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کے اذن کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے کہا اذن اس کا کس طرح ہوگا۔ (کیونکہ شرم کے مارے بولتی نہیں) فرمایا چپ رہنا اس کا اذن ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکی بالغہ ہوکر نکاح فسخ کراسکتی ہے کیونکہ نکاح اس کے اذن سے ہونا چاہیئے اور بچپن میں وہ قابل اذن نہیں کہ اس سے اذن لیا جائے۔ ضروری ہے کہ وہ بڑا ہوکر وہ اپنا حق لے سکے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس کو فسخ نکاح کا اختیار ہو۔ اور قریباً سب علماء اس پر متفق ہیں کہ لڑکی بالغ ہوکر نکاح فسخ کراسکتی ہے اور دلیل ان کی یہی حدیث ہے۔

بعض فقہاء کا اختلاف

ہاں بعض فقہاء بعض صورتوں میں اختلاف کرتے ہیں۔ جن کے تین فریق ہیں ایک کہتا ہے کنواری لڑکی خواہ بالغ ہو اس پر باپ دادا جبر کرسکتا ہے۔ یعنی جبراً اس کا نکاح پڑھ سکتا ہے خواہ راضی ہو یا نا راضی۔ دوسرے کہتے ہیں کہ اگر بچپن میں باپ دادے کا نکاح پڑھا ہوا ہو تو فسخ نہیں ہوسکتا۔ تیسرے کہتے ہیں کہ بھائی کا پڑھا ہوا نکاح بھی فسخ نہیں ہوسکتا۔ جیسے باپ دادے کا پڑھا ہوا نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ لیکن ان فقہاء کے پاس ان صورتوں کے خاص کرنے پر کوئی نص نہیں۔ صرف اپنی رائے اور قیاس ہے وہ یہ کہ باپ اور دادا کامل رائے نہایت شفیق خیرخواہ ہیں اور کنواری بوجہ شرم کے اپنا نفع نقصان نہیں معلوم کرسکتی اس لئے باپ یا دادا اس پر جبر کرسکتا ہے دوسرا فریق بھی یہی کہتا ہے کہ باپ اور دادا کامل رائے نہایت شریف اور خیرخواہ ہیں۔ اس لئے بلوغ سے پہلے کا نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ تیسرا بھی یہی کہتا ہے لیکن وہ بھائی کو بھی اس حکم میں شامل کرتا ہے مگر اوپر کی مذکورہ حدیث عام ہے اس سے بعض صورتوں کی تخصیص رائے قیاس سے صحیح نہیں۔ بلکہ تخصیص کے لئے کوئی آیت و حدیث چاہیئے۔ کیونکہ آراء آپس میں ٹکراتی رہتی ہیں چنانچہ ان تین فریق

میں کوئی باپ دادا پر کفایت کرتا ہے کوئی بھائی کو بھی داخل کرتا ہے پھر کوئی کنواری پر جبر کا قائل ہے خواہ بالغہ ہو جیسے شافعیہ وغیرہ اور کوئی صرف نابالغہ پر جبر کا قائل ہے۔ خواہ کنواری ہو یا بیوہ جیسے حنفیہ کو وہ باپ دادا کے نکاح پڑھے ہوئے کے فسخ کے قائل نہیں۔

اس کے علاوہ اور سنئے مشکوٰۃ کے صلا میں ابن عباس رضہ سے روایت ہے۔ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُهَا اَبُوْهَا فِىْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا (رواہ مسلم) یعنی ثیبہ اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کا باپ اس کے نکاح میں اذن مانگے اور اذن اس کا چپ رہنا ہے۔ اس حدیث میں تصریح ہے کہ باپ (بھی) اذن مانگے پس ثابت ہوا کہ جب بالغ کا نکاح باپ پڑھے تو بالغ ہونے کے بعد اس حق کی مستحق ہوگی جیسے چچا وغیرہ نکاح پڑھے تو بلوغ کے بعد وہ مستحق ہوگی جس کی صورت یہ ہے کہ فسخ نکاح کا اس کو اختیار ہو۔ اور جب بلوغ کے بعد اس کو اختیار ہوا تو بلوغ کے بعد جبر بھی صحیح نہ ہوا۔

نیز مشکوٰۃ میں ہے۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِىَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواہ ابوداؤد) یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ میرا نکاح میرے باپ نے جبراً پڑھ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیدیا کہ اپنے نکاح کو فسخ کرے یا قائم رکھے۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ ۲۲ ربیع الاول ۴۹ھ مطابق اگست ۱۹۳۰ء

ہندو عورتوں سے نکاح

سوال ۔ زید جو مسلمان ہو چکا ہے اپنی پہلی منسوبہ سے جو ہندو مذہب میں ہے شادی کر سکتا ہے؟ کیا ہندو اہل کتاب ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ یعنی ہر قوم کے لئے ہادی ہے اس آیت کی رو سے ضروری ہے کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی آیا ہو۔ اس لئے ہندو اہل کتاب ہیں اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں۔ اہل کتاب مشرک ہیں۔ عیسائی عیسیٰ کو اور یہودی عزیرؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اس لئے عیسائی اور یہودی عورتیں مسلمانوں کے لئے حلال نہیں ہندو لوگ اول تو مشرک ہیں دوسرے

نہ وہ اہلِ کتاب میں داخل ہیں ان ہر دو میں سے کون حق پر ہے ۔

محمد اکرم ناظر سیکرٹری انجمن اہلحدیث توپ خانہ روڈ پٹیالہ

جواب ۔ دونوں کے خیالات درست نہیں نمبر اول اس لئے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کی بنا پر ہندوؤں کو اہلِ کتاب کہا جائے تو مشرکین مکہ بھی اہلِ کتاب میں داخل ہو سکتے خاص کر جب ان کا دعویٰ ملتِ ابراہیمی کا تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام پر صحف نازل ہوئے ۔ پس وہ ہندوؤں کی نسبت اہلِ کتاب ہونے کے زیادہ اہل ہیں ، حالانکہ وہ بالاتفاق اہلِ کتاب میں داخل نہیں اس بنا پر آیت کریمہ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کافر عورتوں کو نکاح میں نہ رکھو؛ نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے دو عورتوں کو چھوڑ دیا۔ قریبہ بنتِ ابی اُمیہ اور اُمّ کلثوم بنت عمرو اول الذکر کو معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا۔ اور ثانی الذکر کو ابوجہم بن حذیفہ نے اور یہ دونوں اس وقت مشرک تھے اور طلحہ بن عبید اللہ نے بھی ایک عورت چھوڑ دی ۔ جس کا نام اروی بنت ربیعہ ہے اس کو خالد بن سعید بن العاص نے نکاح کر لیا۔ ابن کثیر ———— اس سے صاف معلوم ہوا کہ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کی بنا پر ہر ایک کو اہلِ کتاب نہیں کہہ سکتے ۔ دوسرا فریق اس لئے صحیح نہیں کہ یہود و نصاریٰ بالاتفاق اہلِ کتاب ہیں خواہ عیسیٰؑ اور عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہیں یا نہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کے بیٹا ہونے پر بحث کی اور یہودِ مدینہ بھی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے، مگر باوجود اس کے ان دونوں کو اہلِ کتاب کے ساتھ خطاب کیا گیا۔ چنانچہ آیتِ کریمہ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ الآیہ نصاریٰ نجران اور یہود مدینہ ہی کے حق میں اُتری (تفسیر خازن) ، اور ہرقل روم کے بادشاہ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت لکھی تھی، حالانکہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا قائل تھا۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ میں زیر آیتِ کریمہ والنخل ذات الاکمام حضرت عمرؓ کا خط ہرقل کے نام تحریر کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں اِتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تَتَّخِذْ الْمَسِیْحَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی خدا سے ڈر اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے سوا معبود نہ پکڑ۔ غرض کسی وصف کا پایا جانا اور شے ہے اور اس کا بمنزلہ اسم کے ہو کر اس سے موسوم ہونا شے اور ہے ۔ اہلِ کتاب میں شرک کا وصف پایا جاتا ہے اس سے موسوم نہیں ہوئے اگر بالفرض ہم مان لیں کہ اہل کتاب کو بھی قرآن مجید میں مشرک کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے تو اس صورت میں بھی اہلِ کتاب عورتیں ولا تنکحوا المشرکات کے تحت نہیں آ سکتیں کیونکہ دوسری آیت میں وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ

ان کا حکم آگیا ہے کہ وہ تمہارے لئے حلال ہیں پس وہ ولا تنکحوا المشرکات کے حکم سے خارج ہوگئیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۔ یعنی عورتوں کے خاوند فوت ہوجاتے ہیں ان کی عدت چار ماہ دس دن ہے بظاہر یہ حکم عام ہے مگر حمل والیاں اس میں داخل نہیں کیونکہ ان کا حکم دوسری آیت وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ میں مذکور ہے یعنی حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اور قرآن مجید میں ہے۔ کُلُّ نفس ذائقۃ الموت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خدا بھی اس کے تحت ہے حالانکہ خدا اس کے تحت نہیں کیونکہ دوسری آیت میں ہے کل شی ھالک الا وجھہ ٹھیک اسی طرح ولا تنکحوا المشرکات کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اہل کتاب عورتیں اس میں داخل نہیں کیونکہ ان کا حکم دوسری آیت میں مذکور ہے۔ نتیجہ اس بحث کا یہ ہے کہ نہ نمبر اول کا قول صحیح ہے۔ نہ نمبر دو کا بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اہل کتاب ہیں اور ان کی عورتیں حلال ہیں اور ہندو نہ اہل کتاب ہیں اور نہ ان کی عورتیں حلال ہیں نمبر ا اس لئے صحیح نہیں کہ اس نمبر میں یہود و نصاریٰ کی عورتوں کی حلت کے لئے ان کے اسلام میں داخل ہونے کی شرط لگائی گئی حالانکہ یہ قرآن مجید کے صریحاً خلاف ہے۔ قرآن مجید میں ہے طعام الذین اوتو الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا اہل کتاب کے لئے اور ایمان والیاں اصل عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں اور اہل کتاب کی اصیل عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں اس آیت میں ایمان والی عورتوں کی حلت الگ بیان کی ہے اور اہل کتاب عورتوں کی الگ اگر اہل کتاب عورتوں کی بھی ایمان شرط ہو تو پھر وہ ایمان والی عورتوں میں آگئیں ان کے الگ بیان کرنے کے کیا معنی؟ پھر ذبیحہ بھی اہل کتاب کا اس آیت میں حلال کیا ہے تو کیا اس میں بھی ایمان شرط ہے؟ بالکل نہیں پس اسی طرح اہل کتاب کی عورتوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ رہی یہ بات کہ یہود و نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو ان کے مشرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ مگر قرآنی اصطلاح میں عموماً ان کو مشرک کے الفاظ سے نہیں پکارا جاتا۔ اور مشرک لفظ ان کے غیر مراد ہوتے ہیں سورہ بقر میں ہے وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا دوسری جگہ ہے مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں اہل کتاب کو مشرک کے لفظ میں داخل نہیں کیا جاتا۔ گویا عام اصطلاح قرآن کی یہی

ہے کہ مشرک کے لفظ سے غیر مراد ہوتے ہیں پس اس طرح آیۂ کریمہ ولا تنکحوا المشرکات میں سمجھ لینا چاہیئے خلاصہ یہ کہ کسی کے اندر کوئی وصف پائی جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وصف سے وہ پکارا جائے دیکھئے شیر گندہ دہن ہے یعنی اس کے منہ سے سخت بو آتی ہے مگر عموماً اس کو ایسے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں جن سے اس کی شجاعت و بہادری ٹپکے۔ گندہ دہنی سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ شجاعت والی وصف اس کی غالب آگئی ہے ٹھیک اسی طرح اہل کتاب کے حق میں اہل کتاب یا یہود و نصاریٰ ہونے کی وصف غالب آگئی ہے اور ان کے غیر کے حق میں مشرک ہونے کی اس لئے ہر ایک اپنی غالب وصف سے پکارا جاتا ہے۔

الا ماشاء اللہ

عبداللہ امرتسری روپڑی

مہر کا بیان

ناجائز نکاح کی صورت میں طلاق دینے پر خاوند کو مہر دینا پڑے گا؟

سوال ۔ نکاح پر نکاح یا ناجائز نکاح ثابت ہونے پر اگر خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کو حق مہر ادا کرنا پڑتا ہے یا نہیں؟

جواب ۔ لعان کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مہر دینا پڑے گا۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ جلد ۲ باب اللعان فصل اول بلکہ طلاق نہ دے تب بھی دینا پڑے گا۔ کیونکہ لعان کی حدیث میں بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا کا لفظ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ایک دفعہ بیوی کے پاس چلا جائے تو مہر پختہ ہو جاتا ہے اور بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۰۶ باب المهر للدخول علیها الخ۔ میں ہے۔ فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا یعنی تو اس سے ہمبستری کر چکا ہے۔ اس لئے مہر اس کے عوض میں ہو چکا ہے یہ لفظ بھی صاف دلالت کرتا ہے کہ عورت کی شرارت سے مہر معاف نہیں ہو سکتا۔ ہاں خلع کی صورت میں خاوند کو مہر نہیں دینا پڑتا۔ کیونکہ اس میں طلاق کے وقت مہر کی معافی کی شرط ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن مجید پارہ ۲۵ رکوع ۱۲ میں اس کا ذکر ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

معاف کر دینے کی شرط پر زیادہ مہر لکھوانا